مرسل واقعات سیرت سے فقہی احکام پر استدلال
امام ابو عبیدؒ کا کتاب الاموال میں منہج

Jurisprudential reasoning over Sirah events
Imam Abu Ubaid Qasim bin Sallam's research-based approach in book "Al-Amwal"

Abdul Ghaffar
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: gilgitiabdul@gmail.com

Prof. Dr. Shah Moeen ud Din Hashmi
Chairman, Department of Character Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: moeen.uddin@aiou.edu.pk

ABSTRACT

Sunnah is one of the basic sources of Islamic Jurisprudence. The category of Sunnah is not only limited to the sources of hadith books, but the incidents of Sirat are also frequently used for jurisprudential reasoning by the Jurists. Among them is the renowned scholar Imam Abu Ubaid who stands on the position of a Mujtahid. In his valuable book "Al-Amwal" he has been using Sirat incidents for reasoning along with other sources. Besides, some of these incidents are of the category of Mursal. However, the acceptability of the Mursal narrations is a matter of dispute among Muhaddithin and Jurists. The former do not consider it reliable. The later do accept it but with conditions and limitations. Since Abu Ubaid is among the pioneer Jurists, it is quite significant to study his way of using Mursal narrations in jurisprudential reasoning. The article is a study of his approach towards using and avoiding Mursal narrations.

Keywords: Sīrah, Fiqh, Islamic Jurisprudence, Abū 'Ubayd, Methodology

قرآن کریم کے بعد احکام فقہیہ کا دوسرا بڑا ماخذ سنت ہے۔ سنت میں جس طرح نبی کریم ﷺ کے اقوال داخل ہیں جنہیں عام طور پر حدیث کہا جاتا ہے اسی طرح سنت کے مفہوم میں نبی کریم ﷺ کے احوال و افعال بھی ہیں جنہیں عام طور پر سیرت کہا جاتا ہے۔ جس طرح فقہاے کرام نے احادیث سے فقہی احکام کا استخراج و استنباط کیا ہے اسی طرح واقعات سیرت سے بھی شریعت کے احکام مستنبط کئے ہیں۔ ان فقہاے کرام میں ایک نام امام ابو عبیدؒ قاسم بن سلام (م: ۲۲۴ھ) کا بھی ہے جو نہ صرف محدث اور ماہر لغت تھے بلکہ فقہ میں اجتہاد کے مقام پر فائز تھے۔ انہوں نے جہاں متعدد علوم و فنون میں کئی کتابیں تصنیف کیں وہاں انہوں نے "الاموال" کے نام سے ایک اہم فقہی

کتاب تصنیف کی ۔ یہ کتاب اسلام کے اقتصادی و مالیاتی نظام پر مبنی ہے جس میں اموال شرعیہ، ان کے ذرائع اور مصارف کا قرآن، حدیث، واقعاتِ سیرت اور آثار صحابہؓ کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ ابو عبیدؒ نے اس ضمن میں جہاں دیگر فقہائے مجتہدین کے اقوال اور ان کے مذاہب بیان کئے ہیں وہاں انہوں نے اپنا اختیار کردہ مذہب بھی دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے "الاموال" میں دیگر دلائل کے ساتھ جن واقعات سیرت سے فقہی احکام کا استنباط کیا ہے ان میں متعدد واقعات مرسل ہیں۔

مرسل واقعہ سیرت کیا ہے؟ کیا مرسل حجت ہے؟ مرسل سے استدلال کے سلسلے میں امام ابو عبیدؒ کا کتاب الاموال میں کیا منہج ہے؟ زیر نظر مقالے میں ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

مرسل کا مفہوم

لغت کے اعتبار سے مرسل لفظ "ارسل" سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے مطلق و مہمل چھوڑنا[1] گویا ارسال کرنے والے نے اسناد کو مطلق چھوڑ دیا اور کسی معروف راوی کے ساتھ اسے مقید نہیں کیا[2]۔

مرسل کی اصطلاحی تعریف میں علما کے متعدد اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مرسل وہ روایت ہے جس کو بڑا (senior) تابعی نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کرے۔ اس تعریف کی رو سے صغار (juniors) تابعینؒ اور ان کے بعد کے رواۃ کی وہ روایات نکل جائیں گی جن کی انہوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کر دی ہو۔ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ یہ صورت اہل علم کے نزدیک بالاتفاق مرسل میں داخل ہے[3]۔ ابن الصلاحؒ کہتے ہیں کہ مرسل کی وہ صورت جس میں اختلاف نہیں ہے وہ یہ ہے کہ وہ بڑا تابعی جس نے صحابہ کرامؓ کی کسی جماعت سے ملاقات کی ہو اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو جیسے کہ عبید اللہ بن عدی بن خیار پھر سعید بن المسیب وغیرہ جب کہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یوں فرمایا[4]۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مرسل وہ روایت ہے جس کو کوئی تابعی نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دے۔ اس میں تابعی کے بڑے ہونے کی کوئی قید نہیں یعنی صغار تابعین کی نبی کریم ﷺ سے روایت بھی مرسل میں داخل ہے۔ اسے ابن حجرؒ نے جمہور محدثین کا قول کہہ دیا ہے[5]۔ ابن عبد البرؒ نے نام لئے بغیر بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک صغار تابعینؒ کی نبی کریم ﷺ سے مرویات مرسل میں داخل نہیں بلکہ منقطع میں داخل ہیں کیونکہ انہوں نے صرف اکا دکا صحابہ کرامؓ ہی سے ملاقات کی ہے، ان کی اکثر مرویات دیگر تابعینؒ سے ہیں[6]۔

تیسرا قول یہ ہے کہ مرسل وہ روایت ہے جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہو گیا ہو، چاہے ارسال کرنے والا تابعی ہو یا اس کے نیچے کوئی راوی۔ یہ قول اصولیین اور فقہا کا ہے[7]۔ محدثین میں سے خطیب بغدادیؒ کی بھی یہی

رائے ہے کہ مرسل وہ ہے جس کی سند میں انقطاع ہو یعنی سلسلہ سند میں سے ایسا راوی ہو جس نے اوپر والے راوی سے وہ روایت نہ سنی ہو۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر استعمال میں مرسل اسے کہا جاتا ہے جس میں کوئی تابعی نبی کریم ﷺ سے روایت کرے۔ اگر تبع تابعی اللہ کے رسول ﷺ سے نقل کرے تو اس روایت کو معضل کہا جاتا ہے اور مرسل سے کم اس کا درجہ ہے۔ منقطع مرسل کی طرح ہے تاہم منقطع کا لفظ اکثر تابعین کے نیچے راویوں کا صحابہ کرامؓ سے روایت بیان کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ مالکؒ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے یا سفیان ثوریؒ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے یا شعبہ بن حجاجؒ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرے وغیرہ[8]۔

ابن الصلاحؒ کہتے ہیں کہ فقہ اور اصول فقہ میں معروف یہی ہے کہ ان سب (مرسل، معضل اور منقطع) کو مرسل کہا جاتا ہے[9]۔

امام ابو عبیدؒ کے منہج سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے بھی فقہا اور اصولیین کی طرح ہے کہ وہ مرسل کا اطلاق منقطع اور معضل پر بھی کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے ابن شہابؒ کی حضرت عمرؓ سے روایت کو مرسل کہہ دیا ہے[10] جبکہ ابن شہابؒ اور حضرت عمرؓ کے درمیان راوی ساقط ہے۔ نیز "ابن ابی نجیح عن رجل" کی روایت حضرت عمرؓ سے نقل کرنے کے بعد اسے کو مرسل کہہ دیا ہے[11]۔ اسی طرح ابن شہاب زہریؒ کی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کو بھی مرسل کہا ہے[12] جس کے لئے استعمال کے لحاظ سے معروف اصطلاح منقطع کی ہے۔

الغرض جمہور محدثین اور جمہور اصولیین کا اس میں اتفاق ہے کہ کوئی تابعی جس روایت کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کر دے وہ مرسل ہے اور جس سند کے درمیان میں سے کوئی راوی ساقط ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ اصولیین اور فقہا اسے بھی مرسل کہتے ہیں اور محدثین اسے منقطع کا نام دیتے ہیں۔

مرسل کی حجیت

جمہور فقہا مرسل روایت کی حجیت کے قائل ہیں[13]۔ امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ مالکؒ، ابو حنیفہؒ اور جمہور (فقہا) کے نزدیک قابل قبول ہے۔ وہ خود حجت نہ ہونے کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ اور قاضیؒ (یعنی ابو بکر باقلانی) کے نزدیک مردود ہے اور یہی مختار ہے[14]۔

خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں کہ بعض علما کا کہنا ہے کہ مرسل قابل قبول اور اس پر عمل کرنا واجب ہے جب ارسال کرنے والا ثقہ اور عادل ہو اور یہی امام مالک، اہل مدینہ، امام ابو حنیفہؒ اور اہل عراق وغیرہ کا قول ہے[15]۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالک اپنے مشہور قول میں، امام احمد اور بہت سارے فقہا یا ان میں سے اکثر مرسل سے استدلال کرتے ہیں اور غزالیؒ نے اسے جمہور کے حوالے سے نقل کیا ہے[16]۔

مقالہ نگار کہتا ہے کہ امام حاکمؒ نے امام مالک کے حوالے سے یہ مسلک نقل کیا ہے کہ مرسل ان کے نزدیک حجت نہیں[17]۔ تاہم یہ ان کے مشہور مذہب کے خلاف ہے جیسا کہ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ اور ہمارے مالکیہ اصحاب کا اصل مذہب یہ ہے کہ ثقہ راوی کا مرسل حجت ہے، اس پر اسی طرح عمل واجب ہے جس طرح مسند پر عمل واجب ہے[18]۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جمہور فقہا کا مسلک یہ ہے کہ مرسل حجت ہے۔ امام شافعیؒ بھی مطلقاً مرسل کو رد نہیں کرتے جیسا کہ ان کے حوالے سے یہ بات گزر چکی کہ وہ کچھ شرائط کے ساتھ کبار تابعینؒ کے مراسیل کو حجت کہتے ہیں۔

امام ابو عبیدؒ کے نزدیک مرسل کی حجیت

امام ابو عبیدؒ نے اپنی کتاب الاموال میں متعدد مقامات پر مرسل واقعات سیرت سے فقہی احکام پر استدلال کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جمہور فقہا کی طرح مرسل کی حجیت کے قائل ہیں۔ البتہ انہوں نے کسی جگہ اس کی تصریح نہیں کی کہ وہ کب مرسل سے استدلال کرتے ہیں اور کب نہیں؟ تاہم انہوں نے واقعات سیرت سے قطع نظر چند مواقع میں کچھ روایات کو مرسل ہونے کی وجہ سے رد کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرسل کی قبولیت کے حوالے سے ان کا اپنا مخصوص منہج ہے۔

امام ابو عبیدؒ کے اس منہج کا بہ غور جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں فقہا کا اختلاف نہ ہو، یا اس سے کوئی ایسا نیا فقہی حکم اخذ نہیں کیا جارہا ہے جس کی بنیاد پہلے سے موجود نہ ہو یا جہاں ان کی مسند روایات بھی موجود ہوں یا مرسل کے متعدد طرق موجود ہوں یا مرسل کے متابعات اور شواہد موجود ہوں یا مرسل سے قوی تر صحیح اور مسند روایت نہ ہو تو امام ابو عبیدؒ واقعات سیرت میں ان مواقع پر بلا تردد مرسل سے فقہی احکام پر استدلال کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور جہاں فقہا کا اختلاف ہو یا مرسل کے مقابلے میں مسند روایت موجود ہو تو ایسے مقامات پر امام ابو عبیدؒ مرسل سے قوی دلیل یا کسی اور قوی وجہ کی بنیاد پر مرسل کو رد کر دیتے ہیں یا اس کے رد کرنے میں تردد سے کام لیتے ہیں۔

ذیل میں مثالوں کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی جارہی ہے:

امام ابو عبید کا مرسل واقعات سیرت سے استدلال

مرسل واقعہ سیرت سے استدلال جس کی کوئی متصل سند موجود ہو

امام ابو عبیدؒ "معدن" یعنی کان سے حاصل ہونے والی پیداوار کے بارے میں فقہا کا اختلاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اہل حجاز کے نزدیک اس سے حاصل ہونے چیزوں میں سے زکات لی جائے گی۔ عمر بن عبد العزیزؒ کی بھی یہی رائے تھی۔ امام مالک کا مذہب بھی یہی نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کان بہ منزلہ کھیت کے ہے جس طرح

کھیت کاٹنے پر اس کی پیداوار سے زکات لی جاتی ہے اسی طرح کان کی پیداوار سے بھی زکات لی جائے گی۔ ان کی طرف سے وہ دلیل بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ دیگر علما کی رائے میں "معدن" یعنی کان بھی "رکاز" یعنی دفینہ میں شامل ہے۔ جس طرح وہ غنیمت میں خمس واجب کرتے ہیں اسی طرح کان کی پیداوار میں بھی خمس کو واجب کہتے ہیں۔

پھر اس رائے کو ترجیح دیتے ہوئے امام ابو عبیدؒ اس سیرت کے واقعے سے استدلال کرتے ہیں کہ (حضرت بلال بن حارث) مزنیؓ نے نبی کریم ﷺ سے آباد زمین کے راستے میں ملنے والے یا بنجر زمین میں کسی راستے میں ملے ہوئے لقطے کے بارے میں دریافت کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ایک سال تک تشہیر کرو، اگر مالک آگیا تو ٹھیک ہے ورنہ یہ آپ کا ہے۔ انہوں نے پھر سوال کیا کہ جو کچھ قدیم ویرانوں سے مال ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اس میں اور رکاز (زمین میں مدفون) مال میں سے خمس (پانچواں حصہ) دیا جائے گا[19]۔

امام ابو عبیدؒ کا بیان کردہ یہ واقعہ سیرت عمرو بن شعیب سے مرسلاً مروی ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے۔ اس کے بارے میں امام ابو عبیدؒ خود کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ اسے (اس کے شیخ) اسماعیل نے متصل سند کے ساتھ بیان کیا ہے یا نہیں۔ پھر وہ اس کی دو متصل اسناد کو ذکر کرتے ہیں:

پہلی سند کے بارے میں وہ کہتے ہیں محمد بن اسحاق نے عمرو بن شعیب سے، انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت مسنداً نقل کی ہے۔

دوسری متصل سند انہوں نے اپنے شیخ یحیٰ بن بکیر کے واسطے سے نقل کی ہے[20]۔

نیز امام ابو عبیدؒ اپنی سند سے مرسلاً روایت بیان کرتے ہیں کہ زہریؒ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ منورہ کے اطراف میں موجود یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا تو وہ اسلحے کے سوا دیگر ساز و سامان جس کو اونٹوں پر لے جایا جا سکتا ہے، اس کو جلاوطن ہونے پر تیار ہو گئے[21]۔

ابن شہاب زہریؒ کا کہنا ہے کہ بنو نضیر کا واقعہ بدر کے واقعے کے چھ ماہ بعد ہوا۔ ان کے گھر اور باغات مدینہ کے ایک طرف تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا تو جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے[22]۔

ان واقعات سے امام ابو عبیدؒ نے اس فقہی حکم پر استدلال کیا ہے کہ کچھ اقسام اموال کی ایسی ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ خاص تھیں، ان میں سے ایک بنو نضیر سے ملنے والا مال فے بھی ہے۔ امام ابو عبیدؒ کی بیان کردہ یہ دونوں روایات زہریؒ کی مراسیل ہیں، لیکن یہ واقعات متصل سند کے ساتھ بھی مروی ہیں۔

پہلا واقعہ عبد الرزاقؒ نے مسنداً اور موصولاً ذکر کیا ہے کہ زہریؒ عبد الرحمن بن کعبؒ سے اور وہ ایک صحابیؓ سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں[23]۔

دوسرا واقعہ حاکمؒ نے "زہری عن عروۃ عن عائشۃ" متصل سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں[24]۔

اس سے امام ابو عبیدؒ کا یہ منہج معلوم ہوا کہ جب مرسل واقعہ سیرت کی متصل سند پائی جائے تو امام ابو عبیدؒ ایسی صورت میں مرسل کو حجت سمجھتے ہیں اور اس سے فقہی احکام پر استدلال کرتے ہیں۔

متعدد طرق سے مروی مرسل واقعہ سیرت سے استدلال

امام ابو عبیدؒ ایسے مرسل واقعہ سیرت سے بھی استدلال کرتے ہیں جس کے متعدد طرق موجود ہوتے ہیں۔ مثال کے طور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے مطابق اللہ کے رسول ﷺ کا جو طرز عمل ثابت ہے وہ یہی ہے کہ آپ ﷺ نے کسی حربی کا ہدیہ کبھی قبول نہیں کیا ہے۔ اپنی اس بات کے لئے انہوں نے حسن بن بصریؒ سے مروی منقول واقعہ سیرت سے استدلال کیا ہے کہ عیاض بن حمار مجاشعیؓ کا نبی کریم ﷺ سے تعلق تھا۔ اسلام کا دور آیا تو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایک ہدیہ پیش کیا مگر نبی کریم ﷺ نے اس کو یہ فرماتے ہوئے واپس کر دیا کہ ہم مشرک لوگوں کا دیا ہوا ہدیہ قبول نہیں کرتے[25]۔

یہ واقعہ سیرت امام ابو عبیدؒ نے اپنے دو اساتذہ ہشیم اور اسماعیل سے بیان کیا ہے، وہ دونوں عون سے اور وہ حسن بصریؒ سے بیان کرتے ہیں۔ صحابیؓ کا نام سلسلہ سند میں موجود نہ ہونے کی وجہ یہ مرسل ہے۔ اس کے دو اور مرسل طرق کو امام ابو عبیدؒ نے خود ذکر کیا ہے اس لئے حجت ہے۔

پہلا طریق حجاج عن ابن جریج کا ہے جو زیاد بن سعد انہیں بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب نے انہیں خبر دی کہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعبؓ سے مروی ہے کہ علما کی ایک محفل میں انہوں نے یہ روایت بیان کی کہ عامر بن مالک (ملاعب الاسنۃ) بہ حالت شرک اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے، آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی مگر اس نے آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ پھر اس نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایک ہدیہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کسی مشرک کا ہدیہ ہوا قبول نہیں کرتا[26]۔

دوسرا طریق امام ابو عبیدؒ کے شیخ ہیثم بن جمیل کا ہے وہ کہتے ہیں مجھے عقبہ بن عبد اللہ اصم نے بیان کیا کہ ہمیں ابن بریدہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عامر بن طفیل نے ایک گھوڑا بہ طور ہدیہ بھیجا اور لکھا کہ میرے پیٹ میں پھوڑا جیسی چیز نکلی ہے، آپ میرے لئے اپنے پاس سے کوئی دوائی بھیج دیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں وہ گھوڑا واپس کر دیا کیونکہ وہ (عامر) مسلمان نہیں تھا اور ان کو ہدیہ کے طور پر شہد سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ بھیجا اور حکم دیا کہ اس سے اپنی بیماری کا علاج کر لو[27]۔

بہر حال یہ وہ مثال ہے جس میں ایک مرسل واقعہ سیرت کے دو اور طرق کو خود امام ابو عبیدؒ نے ذکر کیا

ہے۔ اس کے علاوہ بھی ایسی کئی مثالیں ہیں جہاں امام ابو عبیدؒ نے ایک مرسل روایت بیان کر کے اس سے استدلال کیا ہے مگر اس کے دیگر طرق کو امام ابو عبیدؒ نے ذکر نہیں کیا ہے۔ مگر ان کے نزدیک دیگر طرق موجود ہونے کی وجہ سے یہ مرسل قابل استدلال اور حجت بن جاتی ہے۔

مثال کے طور پر بہ زور طاقت فتح کئے گئے علاقوں میں غنیمت کے مال کو تقسیم کرنے سے متعلق امام ابو عبیدؒ استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خیبر کے علاقے کو بہ زور طاقت قتال کے بعد فتح کیا، اس طرح خیبر ان علاقوں میں سے ہو گیا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہ طور فے اپنے رسول ﷺ دیا تھا، پھر اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے پانچ حصے کرنے کے بعد (چار حصے) مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرمایا۔ اہل خیبر میں سے جو لوگ قتال کے بعد جلا وطن ہونے پر آمادہ ہوتے ہوئے اترے ان کو اللہ کے رسول ﷺ نے بلا کر پوچھا کہ اگر تم چاہتے ہو تو یہ اموال یعنی زمینیں اس شرط پر تمہارے حوالے کر دوں گا کہ تم ان میں کام کرو اور ان سے حاصل ہونے والا پھل ہمارے اور آپ کے درمیان مشترک ہو گا اور جب تک آپ کو یہاں اللہ تعالیٰ رہنے دے میں بھی رہنے دیتا ہوں۔ الغرض ان لوگوں نے ان زمینوں کو اس شرط پر قبول کر لیا[28]۔

امام ابو عبیدؒ نے اس مرسل واقعہ سیرت کو عبد اللہ بن صالح سے بیان کیا ہے جو لیث بن سعد سے روایت کرتے ہیں اور وہ یونس بن یزید ایلی سے اور وہ ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں۔ اس مرسل واقعہ سیرت کے دوسرے طرق بھی موجود ہیں جو امام زہریؒ سے روایت کئے گئے ہیں۔ اس واقعے کو ابو داودؒ نے اپنے استاذ ابن سرحؒ کی سند سے امام زہریؒ سے روایت کرتے ہیں[29]، ابن اسحاقؒ بھی اسے زہریؒ سے نقل کرتے ہیں[30]، یحییٰ بن آدمؒ نے بھی اپنی سند سے اسے امام زہریؒ سے نقل کیا ہے[31] اور یحییٰ بن آدمؒ کے طریق سے بلاذریؒ نے اس روایت کو ابن شہابؒ سے نقل کیا ہے[32]۔

اسی طرح اہل عجم مجوسیوں سے جزیہ لینے کے جواز سے متعلق استدلال کرتے ہوئے امام ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے اور حضرت عمرؓ نے فارس کے مجوسیوں سے اور حضرت عثمانؓ نے (شمالی افریقہ کے قبیلے) بربر سے جزیہ لیا ہے[33]۔

امام ابو عبیدؒ کی متدل یہ روایت بھی مرسل ہے مگر اس کے دیگر طرق موجود ہیں۔ امام مالکؒ اپنے طریق سے اسے زہری سے روایت کرتے ہیں[34]۔ ابن ابی شیبہ اپنے شیخ وکیع سے اور وہ مالک بن انس سے اور وہ امام زہری سے روایت کرتے ہیں[35]۔ امام شافعی زہری سے بہ واسطہ امام مالک نقل کرتے ہیں[36]۔

الغرض امام ابو عبیدؒ ایسے مرسل واقعہ سیرت سے فقہی احکام پر استدلال کرتے ہیں جن کے دیگر مرسل طرق موجود ہوں۔

دیگر متابعات اور شواہد کی موجودگی میں مرسل واقعہ سیرت سے استدلال

فقہی احکام کے لئے امام ابو عبیدؒ ان مرسل واقعات سیرت سے بھی استدلال کرتے ہیں جن کے دوسرے متابعات یا شواہد موجود ہوتے ہیں۔

متابع روایت کا مطلب یہ ہے کہ تلاش کرنے کے بعد کسی اور راوی کی دوسری کوئی روایت مل جائے جو پہلی روایت کی راوی کی سند سے بیان کی گئی ہو جبکہ شاہد کا مطلب یہ ہے کہ ایک راوی کی کسی صحابی سے بیان کردہ روایت دوسرے کسی صحابی سے بھی منقول مل جائے[37]۔

متابعت کی مثال یہ ہے کہ امام ابو عبیدؒ اپنے شیخ حجاج سے وہ ابو ذئب سے اور وہ زہری سے مرسلاً روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بحرین کے مجوسیوں سے جزیہ لیا[38]۔ ان میں سے جو مسلمان ہوا تو اس کے اسلام کو قبول کر لیا گیا اور اس کی جان و مال کو اس کے اسلام نے محفوظ کر لیا تاہم ان کی زمینیں مسلمانوں کی فے بن گئیں کیوں کہ پہلی دفعہ میں وہ اسلام نہیں لائے جب وہ آزاد و خود مختار تھے[39]۔

اس واقعے کو دوسری جگہ امام ابو عبیدؒ اپنے شیخ حجاج کی بجائے دوسرے شیخ یزید بن ہارون سے، وہ ابو ذئب سے اور وہ امام زہریؒ سے روایت کرتے ہیں[40]۔ یحیٰ بن آدمؒ نے اپنی سند سے اس واقعے کو زہریؒ سے مرسلاً نقل کیا ہے جہاں ابن ابی ذئب کی حفص بن غیاث متابعت کر رہے ہیں[41]۔

شاہد کی مثال یہ ہے امام ابو عبیدؒ عروہ بن زبیر[42] سے مرسلاً روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منذر بن ساوی[43] کے نام خط تحریر کیا کہ آپ پر سلامتی ہو، میں آپ تک اس اللہ کی تعریف پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اما بعد! جو کوئی ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلے کا رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ ایسا مسلمان ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کی ضمانت ہے، تو مجوسیوں میں سے جو شخص اس بات کو پسند کرے تو وہ محفوظ ہو گا اور جو انکار کرے گا تو اس پر جزیہ لاگو ہو گا[44]۔

اس مرسل واقعے کا ایک شاہد امام بلاذریؒ نے ذکر کیا ہے جو حسن بصریؒ سے مرسلاً مروی ہے[45]۔

نیز امام ابو عبیدؒ نے یونس بن یزید ایلیؒ سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ میں نے ابن شہابؒ سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا عرب میں سے کسی بت پرست سے جزیہ لیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ سنت یہ ہے کہ عربوں میں سے جو اہل کتاب یعنی یہودی یا عیسائی ہیں ان سے جزیہ لیا جائے، اس لئے کہ عرب کے یہ (یہود و نصاریٰ) انہیں (عام یہود و نصاریٰ) میں سے ہیں اور یہ لوگ اپنے معاملات میں انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں[46]۔

اس مرسل روایت کا ایک شاہدہ عبد الرزاق نے ذکر کیا ہے جو یونس بن یزید ایلیؒ کی بجائے معمرؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے ابن شہابؒ سے یہ بات پوچھی[47]۔

الغرض امام ابو عبیدؒ کا منہج یہ بھی ہے کہ وہ ایسے مرسل واقعات سیرت سے بھی استدلال کرتے ہیں جن کے دیگر متابعات و شواہد ہوتے ہیں۔

غیر اختلافی مسائل میں مرسل واقعہ سیرت سے استدلال

امام ابو عبیدؒ ایسے واقعات سیرت سے بھی احکام فقہیہ پر استدلال کرتے ہیں جن کی سند میں انقطاع ہوتا ہے۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ امام ابو عبیدؒ دیگر فقہا کی طرح منقطع روایت پر بھی مرسل کا اطلاق کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر فدیہ لے کر قیدی کو چھوڑ دینے سے متعلق سیرت کا ایک واقعہ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دوران نبی کریم ﷺ کے ہاتھ قیدی لگے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں کی رائے کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلا کر آپ کو نکالا ہے اس لئے ان کی گردنیں اڑا دیجیے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ایسی وادی میں ہیں جہاں ایندھن بہت زیادہ ہے۔ اس میں آگ لگوا کر ان کو اس میں جلا دیں۔ اس پر حضرت عباسؓ نے (ناراضگی کے اظہار کے طور پر) فرمایا کہ اللہ آپ کی رشتہ داری کا تعلق منقطع کر دے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! یہ لوگ آپ کا کنبہ، گھرانہ، خاندان اور آپ کی قوم میں سے ہیں، آپ انہیں معاف کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے انہیں آگ سے نجات دے گا۔

اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ اندر چلے گئے تو بعض لوگوں نے کہا کہ بات وہی درست ہے جو عمرؓ نے کہی، بعض لوگوں نے کہا کہ ابو بکرؓ کی تجویز مناسب ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے باہر نکل کر لوگوں سے پوچھا کہ ان دونوں یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ ان دونوں کی مثال تمہارے ان بھائیوں کی جیسی ہے جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ (یعنی حضرت عمرؓ کی سختی حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ کی جیسی ہے) .... اور اللہ تعالیٰ نے کئی لوگوں کے دلوں کو اپنی محبت میں سخت بنایا ہے یہاں تک کہ پتھر سے بھی زیادہ وہ سخت ہیں اور کئی لوگوں کے دلوں کو اپنی محبت میں نرم کیا ہے یہاں تک کہ وہ بہت زیادہ نرم ہیں...... چوں کہ تم تنگ دست اور محتاج ہو اس لئے کوئی بھی ان میں سے فدیہ دئے بغیر یا گردن زدنی کے بغیر نہ چھوٹنے پائے۔ عبد اللہؓ (بن مسعود) کہتے ہیں کہ اس پر میں نے کہا سہیل بن بیضا کے سوا (یعنی اس کو چھوڑ دیا جائے)۔ اس لئے کہ اسے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے میں نے سنا تھا۔ عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا کہ کب پتھر مجھ پر برس جائیں گے۔ میں نے (دل میں) کہا کہ کیا میں نبی کریم ﷺ کی بات کے سامنے اپنی بات آگے کر رہا ہوں؟ یہاں تک کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا سوائے سہیل بن بیضا کے۔ پھر میں اس پر خوش ہو گیا[48]۔

پھر اس روایت کے آخر میں امام ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ مغازی کے اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ سہیل کے بھائی سہل بن بیضا ہیں، کیوں کہ سہیل مہاجرین میں سے تھے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک رہے ہیں[49]۔

امام ابو عبیدؒ کی ذکر کردہ یہ واقعہ سیرت منقطع اور مرسل ہے جسے امام ترمذیؒ حسن قرار دینے کے بعد کہتے ہیں کہ ابو عبیدہؒ کا اپنے والد یعنی حضرت عبد اللہؓ بن مسعود سے سماع ثابت نہیں[50]۔ ابن حجرؒ کے بہ قول راجح یہی ہے کہ ان کا اپنے باپ سے سماع نہیں[51]۔ ہیثمیؒ اس کی تخریج کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ابو یعلیٰ اور طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے جس کی سند میں ابو عبیدہؒ ہیں اور ان کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے تاہم اس سند کے رجال ثقہ ہیں[52]۔ امام حاکمؒ بھی اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیخینؒ نے اس روایت کی تخریج نہیں کی ہے[53]۔

بہر حال زیر بحث عبد اللہ بن مسعودؓ کے بیٹے کی ان سے روایت جو منقطع و مرسل ہے اس سے امام ابو عبیدؒ نے فدیہ لینے کے بعد قیدی کو قید سے چھوڑنے کے جواز پر استدلال کیا ہے اور یہ مسئلہ چونکہ غیر اختلافی ہے اس لئے اس سے ان کا یہ منہج معلوم ہوا کہ وہ غیر اختلافی فقہی مسائل میں مرسل و منقطع کو حجت سمجھ کر اس سے استدلال کرتے ہیں۔

مرسل سے قوی تر سند کے ساتھ معارض روایت نہ ہونے کی صورت میں استدلال

ابو عبیدؒ مرسل سے اختلافی مسائل میں بھی احکام فقہیہ پر استدلال کرتے ہیں جب ان کے نزدیک مرسل سے قوی سند پر مبنی ثابت تر متن کے ساتھ اس کے مقابل کوئی روایت نہ ہو۔ مثال کے طور پر امام ابو عبیدؒ کے نزدیک زمین کی پیداوار میں سے گیہوں، جو، کھجور اور انگور پر زکات واجب ہے، دیگر پیداوار پر زکات لازم نہیں جبکہ دیگر فقہا مزید اقسام کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔ امام ابو عبیدؒ نے اس بات پر موسیٰ بن طلحہؒ کی مرسل روایت سے استدلال کیا ہے کہ عمرو بن عثمان بن عبد اللہ بن موہب کہتے ہیں کہ موسیٰ بن طلحہ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے وقت حکم دیا تھا کہ وہ گیہوں، جو، کھجور اور انگور پر زکات وصول کریں[54]۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ "موسیٰ بن طلحہؒ کی حدیث اگرچہ مسند و متصل نہ ہو مگر ہمارے لئے یہ مقتدا اور رہنما ہے۔ مزید بر آں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں سے بھی کئی لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے، نیز اس لئے کہ اس سے زیادہ قوی سند اور ثابت تر متن کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے ہمیں کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جو اس کی تردید کرتی ہو"[55]۔

بہر حال امام ابو عبیدؒ کی درج بالا بات سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ قوی تر سند پر مشتمل روایت نہ ہونے کی صورت میں امام ابو عبیدؒ فقہی احکام پر مرسل سے استدلال کرتے ہیں وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے عمل کو خاص اہمیت دیتے ہیں اور روایت کی سند میں ارسال یا انقطاع کے باوجود اس سے فقہی احکام پر استدلال کرتے ہیں۔

امام ابو عبیدؒ کا مرسل سے استدلال ترک کرنا

امام ابو عبیدؒ جب واقعاتِ سیرت سے احکام فقہیہ کا استنباط کرتے ہیں تو وہ متعدد مقامات پر مرسل واقعات سیرت اور روایات سے استدلال کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں مگر بعض مواقع پر کسی روایت کو مرسل ہونے کی وجہ سے رد کرتے ہیں یا اس کو قبول کرنے یا رد کرنے میں کچھ وجوہات کی بنا پر توقف سے کام لیتے ہیں جن کا تذکرہ آرہا ہے۔

امام ابو عبیدؒ کی کتاب الاموال میں ایسے تین مقامات ہیں جہاں انہوں نے کچھ روایات کو ان کے ارسال کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے یا ان سے استدلال نہیں کیا یا انہوں نے ان سے استدلال میں توقف سے کام لیا ہے۔ یہ مقامات مندرجہ ذیل ہیں۔

مرسل کے مقابلے میں قوی تر مسند متصل روایت سے استدلال

ا۔ پہلا مقام یہ ہے کہ اگر مرسل سے قوی سند پر مشتمل روایت موجود ہو جو کہ مرسل کے مقابل ہو تو ایسی صورت میں امام ابو عبیدؒ مرسل سے استدلال نہیں کرتے۔ جیسا کہ زکات لینا کن لوگوں کے لئے حلال ہے اور کن کے لئے حرام؟ اس کی حد فاصل کیا ہے؟ اس امر کو بیان کرتے ہوئے امام ابو عبیدؒ علما کا اختلاف نقل کرتے ہیں پھر علما کے دلائل اور اقوال کو نقل کرنے کے دوران وہ بنو اسد کے ایک شخص (صحابی) عطاء بن یسارؒ سے سیرت کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے سامنے دست سوال دراز کیا لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں کچھ نہ دیا، اس بات پر وہ ناراض ہوا، اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ہمارے پاس آکر سوال کرتا ہے پھر اگر ہمارے پاس اسے دینے کے لئے کچھ نہیں ہو تو وہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ جس شخص کے پاس ایک اوقیہ (چالیس درہم) یا اس کے برابر مال ہو اور وہ مانگ رہا ہے تو وہ (بلا ضرورت) دوسروں کو اپنے بار بار اور اصرار کے ساتھ سوال سے پریشان کرنے والا شخص ہے[56]۔

اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد امام ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ فقر و مالداری کے درمیان فیصلہ کرنے والی یہ روایات مختلف اوقات وحالات کے تحت آئی ہیں، جیسا کہ ایک روایت میں مال داری کی تعبیر انسان کی حالت سدھر جانے سے کی گئی ہے، دوسری روایت میں پچاس درہم موجود ہونے سے، تیسری روایت میں ایک اوقیہ (چالیس درہم) کی موجودگی سے اور چوتھی روایت میں صبح یا شام کی خوراک سے کی گئی ہے اور ان میں سے ہر قول پر کسی جماعت نے اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ہے[57]۔

پھر امام ابو عبیدؒ کہتے ہیں یہ کہ ان کے نزدیک یہ روایت جس میں اوقیہ کا ذکر ہے وہ ان کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے اور سند کے اعتبار سے یہ زیادہ صحیح ہے۔ اس میں اگرچہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی کا نام بیان نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے اور آپ کے منہ سے انہوں نے یہ حدیث سنی ہے[58]۔

اس کے بعد امام ابو عبیدؒ حضرت عمرؓ سے منقول ایک روایت کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو بھی زکات میں سے دو جس کے پاس قحط سالی ایک ریوڑ بھیڑ بکریوں کا چھوڑ دے اور اس کو زکات نہ دو جس کے پاس قحط سالی دو ریوڑ (بھیڑ بکریوں کے) چھوڑے[59]۔ اس روایت کے ایک راوی یعنی اسماعیل بن ابراہیمؒ نے کہا ہے کہ ایک ریوڑ کی تعریف ابن ابی نجیحؒ نے یہ کی ہے کہ ایک سو بھیڑ بکریاں ہوں اور دو ریوڑوں سے دو سو بھیڑ بکریاں مراد ہیں۔

امام ابو عبیدؒ مزید کہتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایک سو بکریوں کا مالک ہو اس کو زکات لینا جائز ہے، حالانکہ ان کی قیمت تو بہت سے اوقیوں کے برابر ہوتی ہے۔ تاہم یہ روایت بغیر اسناد کے مرسل ہے لیکن اگر حضرت عمرؓ سے اس کی نسبت صحیح طور پر ثابت ہو جائے تو اس کی توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ رخصت صرف قحط سالی کے دوران ہو گی[60]۔

بہر حال امام ابو عبیدؒ نے یہاں مرسل روایت کو ترک کر رہے ہیں جس کی رو سے ایک سو بکریوں کے مالک کے لئے بھی زکات لینا مباح ہے۔ اس کے مقابلے میں انہوں نے مرفوع روایت کو اس لئے ترجیح دے کر اس سے استدلال کیا ہے کہ وہ سند کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہے۔

اس سے امام ابو عبیدؒ کا یہ منہج معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اگر مرسل کے معارض اس سے قوی سند اور ثابت تر متن کے ساتھ روایت موجود نہ ہو تو مرسل حجت ہے اور اس سے استدلال درست ہے بالخصوص جب اس روایت کے مطابق صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا عمل بھی ہو ورنہ قوی سند پر مبنی ثابت تر متن سے استدلال کیا جائے گا اور مرسل کو ترک کیا جائے گا۔

اختلافی فقہی مسائل میں مرسل سے استدلال میں توقف

امام ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال میں مزید جن دو مقامات پر مرسل سے استدلال کو مسترد کیا ہے یا ان سے استدلال میں توقف سے کام لیا ہے، ان کا تعلق ان فقہی مسائل سے ہے جو اختلافی ہیں اور دلائل میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ ایسی صورت میں امام ابو عبیدؒ دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔ اگر انہیں مرسل کی بجائے دوسری دلیل قوی معلوم ہو تو مرسل کو چھوڑ کر وہ اس قوی دلیل کو اختیار کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ مثال کے طور پر امام ابو عبیدؒ نے ایک جگہ زیتون کے تیل سے زکات لینے سے متعلق ابن شہابؒ کی ایک مرسل روایت کو نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے زیتون کے پانچ وسق تیل پر زکات لے لی۔ دس مد[61] وزن ہونے پر ایک مد لیا[62]۔

عقیلؒ کہتے ہیں کہ ابن شہابؒ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے پاس زیتون ہے تو انہوں نے کہا کہ اس کا تیل جب نکالا جائے گا تو اس پر زکات ادا کی جائے۔ اس میں سے جو زیتون جو از خود سیر اب ہونے والی یا بارانی زمین پر پیدا ہو چکی ہو، عشر یعنی دسواں حصہ زکات لازم ہو گی اور جو ڈول وغیرہ سے سیر اب ہو تو اس پر نصف عشر یعنی بیسواں حصہ[63]۔

اس کے بعد امام ابو عبیدؒ فقہا کا اختلاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہی (یعنی زیتون کے تیل پر زکات کا لازم ہونا) امام مالکؒ کی رائے ہے۔ اہل عراق کے مطابق زیتون کی زکات اس کے پھل پر ہی لی جائے گی اور مذکورہ قول کے مطابق دسواں یا بیسواں حصہ لیا جائے گا۔ تاہم اس رائے سے ابن ابی لیلیٰؒ اور سفیانؒ اتفاق نہیں کرتے، یہ دونوں حضرات غلہ اور تیل پر زکات کو واجب نہیں سمجھتے۔ پھر سبزیوں پر زکات واجب نہ ہونے کے متعلق وہ مختلف اقوال اور دلائل کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ میری رائے میں یہی صورت زیتون کی بھی ہے اور اس پر بھی ان سبزیوں کی طرح زکات نہیں لی جائے گی، کیونکہ زیتون ان سبزیوں سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے بہ نسبت ان چار کھانے کی اجناس یعنی کھجور، کشمش، گیہوں اور جو کے جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے زکات مقرر فرمائی ہے۔

مزید بر آں امام ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ زیتون کے تیل کے بارے میں ہمیں اللہ کے رسول ﷺ سے کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ ﷺ نے اس پر کچھ زکات مقرر فرمائی ہو، حالانکہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اس سے باخبر تھے، اپنے کھانے میں زیتون کو پسند کرتے تھے اور ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ یہ حکم دیتے تھے کہ زیتون کے تیل کو (سر اور بدن پر) ملا جائے۔ نیز خود قرآن کریم میں بھی اس (زیتون کے) تیل کا ذکر آیا ہے مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس کے تیل کے بارے میں کوئی ایسا ضابطہ (سنت) مقرر نہیں کیا جو ہمارے علم میں آیا ہو اور نہ اپنے زکات کے مکاتیب میں کہیں اس کا تذکرہ فرمایا جب کہ ان مکاتیب میں پھلوں اور زمینوں (کی پیداوار) پر نبی کریم ﷺ نے عشور کا ذکر فرمایا ہے۔

اس کے بعد امام ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک زیتون ان اشیاء میں شامل ہے جن پر زکات معاف کر دی گئی ہے جیسے کہ سبزیوں اور پھلوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے زکات معاف فرما دی۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ ائمہ میں سے کسی سے بھی اس بارے میں کوئی صحیح قول منقول نہیں ہے۔

عمر بن خطابؓ سے منقول مرسل روایت کے بارے میں ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ وہ (جس میں زیتون کے تیل پر زکات واجب کیا گیا ہے) محفوظ نہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ لیثؒ نے عقیلؒ کے واسطے سے ابن شہابؒ سے یہی روایت موقوفاً بیان کی ہے اور حضرت عمرؓ کی طرف اس کی نسبت نہیں کی، پھر اگر یہ یعنی حضرت عمرؓ والی روایت محفوظ ہو تب بھی وہ مرسل ہو گی اور نبی کریم ﷺ کا قول نہیں ہو گی کیونکہ اسے ابن شہابؒ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

الغرض امام ابو عبیدؒ نے اس مسئلے میں مرسل روایت سے استدلال نہیں کیا بلکہ اس کے مقابلے میں قوی دلیل یعنی زیتون کی سبزیوں اور پھلوں کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھنے، ضرورت و حاجت کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ کے مکاتیب زکات میں اس میں زکات واجب نہ کئے جانے اور ائمہ کرام میں سے کسی امام سے اس بارے میں کوئی صحیح قول منقول نہ ہونے جیسے امور کی وجہ سے اس رائے کو ترجیح دی کہ زیتون میں زکات واجب نہیں ہے۔ اور اس سلسلے میں حضرت عمرؓ سے ابن شہابؒ نے جو روایت مرسلاً مروی ہے، اس سے استدلال کو اس کے ارسال کی وجہ سے رد کیا ہے۔

مقالہ نگار کہتا ہے کہ اس اختلافی فقہی مسئلے میں امام ابو عبیدؒ نے مرسل کو اس کے خلاف قوت دلیل کی جن بیان کردہ وجوہات کی بناپر رد کیا ہے اس سے ان کا منہج یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مرسل روایت جمہور فقہا کے مسلک کے خلاف ہو تو امام ابو عبیدؒ اس سے استدلال نہیں کرتے۔

۳۔ تیسری جگہ جہاں امام ابو عبیدؒ نے مرسل سے استدلال نہیں کیا وہ ابن شہابؒ کی ایک مرسل روایت ہے کہ ان سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کے مال کی زکات خوارج کا فرقہ حروریہ نے لے لی ہو کہ آیا اس پر کوئی تنگی ہو گی یعنی کہ زکات دوبارہ دینی پڑ جائے؟ تو انہوں نے کہا کہ ابن عمرؓ کا خیال تھا کہ اس طرح اس کا زکات کا فریضہ ادا ہو جائے گا[64]۔

اس کے بعد آگے چل کر امام ابو عبیدؒ ائمہ کے اقوال نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ان کی پسندیدہ رائے یہ ہے کہ جس سے حروریہ زکات لیں وہ اپنی زکات کو دوبارہ ادا کرے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ اس حکومت کے معاملے میں لوگ قریش کے تابع ہیں[65] الخ۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کی وہ روایت جس میں حروریہ کی طرف سے زکات وصول کرنے پر وہ مالک کا فریضہ زکات اداشدہ مانتے ہیں، اس کے بارے میں ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت ان سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابن شہابؒ ان سے یہ روایت مرسلاً بیان کرتے تھے۔ پھر یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی اس روایت کی صحت کے بارے میں مکمل یقین نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ انہیں اس روایت کے آخر میں "واللہ اعلم" کہتا دیکھ رہے ہیں[66]۔

الغرض امام ابو عبیدؒ نے اس جگہ بھی مرسل روایت سے استدلال نہیں کیا۔ اور یہ وہ دوسری جگہ ہے جس میں امام ابو عبیدؒ نے فقہا کے اختلاف کو بیان کیا ہے اور دلائل میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ اس سے مرسل کے حوالے سے ان کا یہ منہج معلوم ہوتا ہے کہ فقہی اختلافی مسائل میں امام ابو عبیدؒ مرسل روایت سے استدلال کرنے کی بجائے قوت دلیل کی بناپر فیصلہ کرتے ہیں۔ بالخصوص جب مرسل روایت جمہور فقہا کے مسلک کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں وہ مرسل کو قبول نہیں کرتے۔

خلاصہ بحث

امام ابو عبیدؒ نے اپنی کتاب "الاموال" میں دیگر دلائل کے ساتھ سیرت کے مختلف واقعات سے بھی فقہی احکام کا استنباط کیا ہے۔ ان میں سے متعدد واقعات سیرت مرسل ہیں۔ جمہور محدثین کے نزدیک مرسل روایت ضعیف ہے اور حجت نہیں جبکہ امام ابو عبیدؒ اور جمہور فقہا مرسل کی حجیت کے قائل ہیں اور اس سے استدلال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

امام ابو عبیدؒ کے نزدیک بھی مرسل روایت حجت اور قابل استدلال ہے، انہوں نے کتاب الاموال میں تین جگہوں کے علاوہ متعدد مقامات پر مرسل روایات سے استدلال کیا ہے۔ ان کے منہج پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرسل سے استدلال اس وقت کرتے ہیں:

جب مرسل روایت کی کوئی متصل سند موجود ہو۔

جب مرسل روایت متعدد طرق سے مروی ہو۔

جب مرسل کے دیگر متابعات اور شواہد موجود ہوں۔

جب کسی مسئلے میں فقہا کا اختلاف نہ ہو۔

جب مرسل سے قوی تر سند کے ساتھ اس کے معارض روایت موجود نہ ہو۔

اس کے برعکس امام ابو عبیدؒ مرسل سے اس وقت استدلال نہیں کرتے یا اس میں توقف سے کام لیتے ہیں:

جب مرسل کے مقابلے میں قوی تر سند پر مبنی مسند متصل روایت موجود ہو۔

جب کسی مسئلے میں فقہا کا اختلاف ہو یا دلائل میں تعارض ہو تو ایسی صورت میں قوی دلیل کو اختیار کیا جائے گا۔

جب جمہور فقہا کا عمل مرسل کے خلاف ہو۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ابن منظور، افریقی، محمد بن مکرم بن علی، ابو الفضل (م:۷۱۱ھ) لسان العرب۔ بیروت: دار صادر، ط ثالث ۱۴۱۴ھ۔ فصل الراء۔ ج ۱۱، ص ۲۸۱۔

[2] علائی، ابو سعید، صلاح الدین، خلیل بن کیکلدی۔ (م: ۷۶۱ھ)۔ جامع التحصیل فی احکام المراسیل۔ بیروت: عالم الکتب۔ ط دوم: ۱۴۰۷ھ– ۱۹۸۶۔ ص ۲۳۔

[3] ابن عبد البر، ابو عمر، یوسف بن عبد اللہ (۴۶۳ھ)۔ التمہید لما فی الموطا من المعانی والمسانید۔ المغرب: وزارۃ عموم الاوقاف۔ ط:۱۳۸۷ھ۔ مقدمۃ۔ ج۱، ص۱۹۔

[4] ابن صلاح، عثمان بن عبد الرحمن، ابو عمرو، تقی الدین (م:۶۴۳ھ)۔ معرفۃ انواع علوم الحدیث۔ بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶م۔ النوع التاسع: معرفۃ المرسل۔ ص۵۱۔

[5] ابن حجر، عسقلانی، ابو الفضل، احمد بن علی (م:۸۵۲ھ)۔ النکت علی کتاب ابن الصلاح۔ المدینۃ المنورۃ: عمادۃ البحث العلمی۔ ط اول:۱۴۰۴ھ-۱۹۸۳م۔ الفصل الاول فی تنکیت الحافظ ابن حجر علی ابن الصلاح۔ ص۸۸۔

[6] ابن عبد البر۔ التمہید لما فی الموطا من المعانی والمسانید۔ مقدمۃ۔ ج۱، ص۲۱۔

[7] علائی۔ جامع التحصیل فی احکام المراسیل۔ ص۲۶۔

[8] خطیب، بغدادی، ابو بکر، احمد بن علی (م:۴۶۳ھ) الکفایۃ فی علم الروایۃ۔ المدینۃ المنورۃ: المکتبۃ العلمیۃ۔ ص۲۱۔

[9] ابن الصلاح۔ معرفۃ انواع علوم الحدیث۔ ص۵۲۔

[10] ابو عبید، قاسم بن سلام (م:۲۲۴ھ)۔ الاموال۔ الریاض: دار الہدی النبوی۔ ط اول:۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷م۔ باب فروض زکاۃ الذہب والورق۔ ج۲، ص۶۹۔

[11] ابو عبید۔ الاموال۔ باب فروض زکاۃ الذہب والورق۔ ج۲، ص۲۳۴۔

[12] ابو عبید۔ الاموال۔ باب فروض زکاۃ الذہب والورق۔ ج۲، ص۲۵۳۔

[13] حدیث اور اصول فقہ کے علما کے نزدیک مرسل کی ایک قسم "مرسل الصحابی" بھی ہے یعنی کوئی ایسا صحابی نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کرے جس نے کم سنی یا تاخیر سے اسلام لانے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ سے وہ واقعہ نہیں دیکھا یا حدیث نہیں سنی۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ اللہ کے رسول ﷺ پر وحی کی ابتدا رویائے صالحہ سے ہوئی۔ اس سلسلے میں امام شافعیؒ اور جمہور اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ یہ حجت ہے جبکہ استاذ ابو اسحاق اسفرائینی شافعی کے نزدیک یہ حجت نہیں الا یہ کہ وہ دوسرے صحابی سے روایت کرے۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ درست قول پہلا یعنی جمہور اہل علم کا ہے۔ (نووی، ابو زکریا، یحیٰ بن شرف (م:۶۷۶ھ)۔ المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، ط دوم:۱۳۹۲ھ۔ ج۱، ص۳۰)

ابن صلاحؒ نے اس قسم کو مرسل ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اصول فقہ میں حضرت ابن عباسؓ اور دیگر کم سن صحابہ کی وہ مرویات جنہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا ہے ان کو مرسل کا نام دیا گیا ہے، اسے ہم مرسل کی اقسام میں شمار نہیں کرتے کیونکہ ان کا حکم مسند موصول کا ہے کیونکہ ان کی روایت دیگر صحابہؓ سے ہے اور صحابی کا مجہول ہونا مضر نہیں کیونکہ تمام کے تمام صحابہؓ عادل ہیں۔ (ابن صلاح۔ معرفۃ انواع علوم الحدیث۔ ص۵۶۔)

مرسل کی دوسری قسم یعنی غیر صحابی کے مرسل کی حجت ہونے یا نہ ہونے میں دونوں طرح کی آرا ہیں۔ جمہور محدثین کے نزدیک مرسل روایت ضعیف اور قابل رد ہے، اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ مرسل کا حکم ضعیف حدیث کا حکم ہے الا یہ کہ کسی اور صحیح طریق سے آنے کی وجہ سے وہ صحیح بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ نے سعید بن مسیبؒ کے مراسیل سے استدلال کیا ہے کیونکہ یہ

مراسیل دیگر وجوہ سے مسنداً پائے جاتے ہیں۔ پھر ابن صلاح کہتے ہیں کہ ہم نے مرسل کے ضعیف ہونے کا حکم اور اس سے استدلال کے ساقط ہونے کا جو مذہب نقل کیا ہے یہ وہی ہے جس پر جمہور حفاظ حدیث اور اثر کو جانچنے والوں کی رائے ہے اور اس کا انہوں نے اپنی تصانیف نے ذکر کیا ہے۔ صحیح مسلم کے مقدمے میں ہے کہ مرسل ہمارے اور محدثین اہل علم کے قول کے مطابق حجت نہیں۔ ابن عبد البرؒ نے بھی اس رائے کو اصحاب حدیث کی جماعت سے نقل کیا ہے (ابن صلاح۔ معرفۃ انواع علوم الحدیث۔ النوع التاسع معرفۃ المرسل۔ ص ۵۳۔)

امام نوویؒ شوافع کی طرف سے کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حدیث مرسل قابل احتجاج نہیں، مرسل کو مطلقاً رد کرنے کی وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب ایسے مجہول راوی کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی جس کا نام لیا جائے تو ارسال کرنے والے کی روایت بہ طریق اولیٰ قابل قبول نہیں ہوگی کیونکہ مروی عنہ یہاں محذوف ہے جو مجہول العین بھی ہے اور مجہول الحال بھی ہے۔ پھر وہ امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں میں کبار تابعین کے مراسیل سے استدلال اس وقت کرتا ہوں جب کسی اور طریق سے وہ مسنداً مروی ہو یا دیگر لوگوں نے بھی اسے مرسلاً روایت کیا ہو یا وہ مرسل بعض صحابہؓ کے قول کے موافق ہو یا اس مرسل کے مفہوم کے مطابق اکثر علما نے فتویٰ دیا ہو۔ اس کے بعد امام نوویؒ کہتے ہیں کہ ان شرائط کے ساتھ کبار تابعین کے مراسیل قبول کرنے میں امام شافعیؒ کے نزدیک سعید بن مسیب اور دوسروں میں فرق نہیں اور یہی وہ درست بات ہے جس کو محققین نے اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد وہ بیہقیؒ کا قول بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ الغرض امام شافعیؒ کبار تابعینؒ کے مراسیل اس وقت قبول کرتے ہیں جب ان مراسیل کے لئے کوئی تقویت دینے والی چیز موجود ہو ورنہ وہ انہیں قبول نہیں کرتے چاہے وہ سعید بن مسیبؒ کے مراسیل ہوں یا کسی اور کے (نووی، ابو زکریا، یحیٰ بن شرف (م:۶۷۶ ھ)۔ المجموع شرح المہذب۔ بیروت: دار الفکر۔ فصل ج۱، ص ۶۰-۶۱۔)

[14] غزالی، ابو حامد، محمد بن محمد۔ (م:۵۰۵ھ)۔ المستصفیٰ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔ ط اول: ۱۴۱۳ھ–۱۹۹۳م۔ مسالۃ المرسل مقبول۔ ص ۱۳۴۔

[15] خطیب بغدادی۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ۔ باب الکلام فی ارسال الحدیث۔ ص ۳۸۴۔

[16] نووی۔ المجموع شرح المہذب۔ فصل ج۱، ص ۶۰۔

[17] حاکم، ابو عبد اللہ، محمد بن عبد اللہ۔ (م:۴۰۵ھ)۔ المدخل الی کتاب الاکلیل۔ اسکندریۃ۔ دار الدعوۃ۔ ذکر معرفۃ انواع الصحیح۔ ص ۴۳۔

[18] ابن عبد البر۔ التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید۔ مقدمۃ۔ ج۱، ص ۲۔

[19] ابو عبید۔ الاموال۔ باب الخمس فی المعادن والرکاز۔ ج۱، ص ۴۶۳۔

ابو داود، سجستانی، سلیمان بن اشعث (م:275ھ)۔ السنن۔ بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، ط اول: ۱۴۳۰ھ۔ ۲۰۰۹م۔ باب التعریف باللقطۃ۔ حدیث نمبر: ۱۷۱۰۔ ج۲، ص ۱۳۶۔

ابن زنجویہ، ابو احمد، حمید (م: ۲۵۱ھ)۔ الاموال۔ السعودیۃ: مرکز الملک، ط اول: ۱۴۰۶ھ–۱۹۸۶م۔ باب الخمس من المعادن والرکاز۔ ص ۷۳۷۔

[20] ابو عبید۔ الاموال۔ باب الخمس فی المعادن والرکاز۔ ج۱، ص ۴۶۲۔

[21] ابو عبید۔ الاموال۔ باب صنوف الاموال التی یلیہا الائمۃ للرعیۃ۔ ج۱، ص ۴۱۔

ابو داود۔ السنن۔ باب فی خبر النضیر۔ حدیث نمبر:۳۰۰۴۔ ج۳، ص۱۵۶۔

سیوطی۔ الخصائص الکبریٰ۔ فائدۃ فی حکمۃ قتال الملائکۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ج۱، ص۳۴۷۔

[22] ابو عبید۔ الاموال۔ باب صنوف الاموال التی یلیہا الائمۃ للرعیۃ۔ ج۱، ص۴۱۔

بیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین (م:۴۵۸ھ)۔ دلائل النبوۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ط اول:۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء۔ باب غزوۃ بنی النضیر وما ظہر فیہا من آثار النبوۃ۔ ج۳، ص۱۷۶۔

[23] صنعانی، ابو بکر، عبد الرزاق بن ہمام (م:۲۱۱ھ)۔ المصنف۔ بیروت: ط دوم:۱۴۰۳ھ۔ وقعۃ بنی النضیر، حدیث نمبر:۹۷۳۳۔ ج۵، ص۳۵۷۔

[24] حاکم، ابو عبد اللہ، محمد بن عبد اللہ، (:۴۰۵ھ)۔۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔ ط اول:۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰ء۔ تفسیر سورۃ الحشر، حدیث نمبر:۳۷۹۷۔ ج۲، ص۵۲۵۔

[25] ابو عبید۔ الاموال۔ باب فصل ما بین الغنیمۃ والفیء۔ ج۱، ص۳۶۸۔

احمد بن محمد بن حنبل، ابو عبد اللہ۔ (م:۲۴۱ھ)۔ المسند۔ بیروت: موسسۃ الرسالۃ۔ ط اول:۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱ء۔ حدیث عیاض بن حمار المجاشعی۔ حدیث نمبر:۱۷۴۸۲۔ ج۲۹، ص۲۹۔

سہیلی نے اس روایت کا مفہوم بیان کیا ہے۔ (سہیلی، ابو القاسم، عبد الرحمن بن عبد اللہ (م:۵۸۱) الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، ط اول:۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰ء۔ غزوہ تبوک فی رجب سنۃ تسع۔ ج۷، ص۴۰۰)

[26] ابو عبید۔ الاموال۔ باب فصل ما بین الغنیمۃ والفیء۔ ج۱، ص۳۶۸۔

صنعانی، ابو بکر، عبد الرزاق بن ہمام (م:۲۱۱ھ)۔ المصنف۔ بیروت: ط دوم:۱۴۰۳ھ۔ وقعۃ حنین۔ حدیث نمبر:۹۷۴۱۔ ج۵، ص۳۷۹۔

واقدی،، محمد بن عمر، ابو عبد اللہ (م:۲۰۷ھ)۔ المغازی۔ بیروت: دار الاعلمی، ط سوم:۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹۔۔ المغازی۔ غزوہ بئر معونۃ فی صفر۔ ج۱، ص ۳۴۶۔

[27] ابو عبید۔ الاموال۔ باب فصل ما بین الغنیمۃ والفیء۔ ج۱، ص۳۶۹۔

اصفہانی،، ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ (م:۴۳۰ھ)۔ الطب النبوی۔ دار ابن حزام۔ ط اول:۲۰۰۶ء۔ الطب النبوی۔ باب الدبیلۃ والقرحۃ۔ ج۱، ص ۴۲۲۔

ابن زنجویہ۔ الاموال۔ فصل ما بین الغنیمۃ والفیء۔ ج۲، ص۵۸۷۔

[28] ابو عبید۔ الاموال۔ باب فتح الارض تؤخذ عنوۃً۔ ج۱، ص۱۱۷۔

سہیلی۔ الروض الانف۔ عمر یجلی یہود خیبر۔ ج۶، ص۵۳۲۔

بلاذری، احمد بن یحییٰ (م:۲۷۹ھ) فتوح البلدان۔ بیروت: دار و مکتبۃ الہلال، ط:۱۹۸۸ء۔ غزوۃ خیبر۔ ج۱، ص۳۷۔

امام بخاری نے حضرت عبد اللہ عمرؓ سے اس روایت کا معنی نقل کیا ہے۔ (بخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل (م:۲۵۶ھ)۔ الجامع المسند۔ دار طوق النجاۃ، ط اول:۱۴۲۲ھ۔ باب غزوۃ خیبر۔ حدیث نمبر:۲۳۳۸۔ ج۵، ص۱۳۷)

ابن زنجویہ۔ الاموال۔ تفسیر فرضہم الصدقۃ علی الخیل والرقیق۔ ص۱۰۲۶۔

[29] ابوداود۔ السنن۔ حدیث نمبر:۳۰۱۸۔ باب فی حکم ارض خیبر۔ ج۴، ص۶۳۰۔

[30] ابن ہشام، عبد الملک، ابو محمد، جمال الدین (م:۲۱۳)۔ السیرۃ النبویۃ۔ بیروت: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔ ج۴، ص۳۲۹۔

[31] یحیٰ بن آدم یحییٰ بن آدم، ابوزکریا، کوفی (م:۲۰۳ھ)۔ الخراج۔ المطبعۃ السلفیۃ ومکتبہا۔ ط دوم:۱۳۸۴ھ۔ باب واما الجزیۃ والخراج۔ ص۲۱۔

[32] بلاذری۔ فتوح البلدان۔ غزوۃ خیبر۔ ج۱، ص۳۷۔

[33] ابوعبید۔ الاموال۔ باب اخذ الجزیۃ من المجوس۔ ج۱، ص۸۰۔

[34] مالک بن انس (م:۱۷۹ھ)۔ الموطا۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی۔ ط:۱۴۰۶ھ—۱۹۸۵م۔ باب جزیۃ اہل الکتاب والمجوس۔ حدیث نمبر: ۴۱۔ ص۲۷۸۔

[35] ابن بی شیبہ، ابو بکر، عبد اللہ بن محمد (م:۲۳۵ھ)۔ المصنف۔ الریاض: مکتبۃ الرشد، ط اول:۱۴۰۹ھ۔ ما قالوا فی المجوس تکون علیہم جزیۃ۔ حدیث نمبر:۳۲۶۴۷۔ ج۶، ص۴۲۹۔

[36] شافعی، ابوعبد اللہ، محمد بن ادریس (م:۲۰۴ھ)۔ الام۔ بیروت: دار المعرفۃ۔ ط:۱۴۱۰ھ—۱۹۹۰م۔ من یلحق باہل الکتاب۔ ج۴، ص۱۸۳۔

[37] متابعت کی دو قسمیں ہیں، متابعت تامہ و متابعت ناقصہ۔ متابعت تامہ یہ ہے کہ کسی روایت کو کوئی راوی کسی سند سے بیان کرے جس میں بہ ظاہر وہ اکیلا ہو مگر بعد میں کوئی اور راوی بھی مل جائے جو اس کی طرح اسی سند کے ساتھ وہ روایت بیان کر رہا ہو۔ متابعت ناقصہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی راوی اپنے شیخ کی کسی سند سے روایت بیان کرے جس میں بہ ظاہر وہ اکیلا نظر آرہا ہو مگر کوئی اور راوی بھی اس کے شیخ کی طرح اسی سند سے اس روایت کو بیان کر رہا ہو۔

شاہد یہ ہے کہ کسی متن کے لئے کوئی دوسرا متن مل جائے جو پہلے متن کے ساتھ الفاظ یا معنی میں یا صرف معنی میں مشابہ ہو۔

ابن حجرؒ کے بہ قول کہ متابعت کی تخصیص کچھ لوگوں نے الفاظ سے حاصل ہونے والی مشابہت سے کی ہے چاہے وہ پہلی سند کے راوی صحابی سے منقول ہو یا کسی دوسرے صحابی سے جبکہ شاہد اس کو کہا ہے جو دو روایتوں کے معنی میں اتفاق سے حاصل ہو، چاہئے وہ پہلی سند کے صحابی سے مروی ہو یا دوسرے کسی صحابی سے۔ پھر ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ متابعت کا اطلاق کبھی کبھار شاہد پر اور شاہد کا اطلاق متابعت پر بھی کر دیا جاتا ہے جو کہ ایک آسان معاملہ ہے۔(ابن حجر، عسقلانی، ابو الفضل، احمد بن علی (م:۸۵۲ھ)۔ نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر۔ دمشق: مطبعۃ الصباح۔ ط سوم:۱۴۲۱ھ—۲۰۰۰م۔ الاعتبار۔ ص۷۳-۷۵۔)

[38] ترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسیٰ (م:۲۸۹ھ)۔ السنن۔ مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی۔ ط دوم:۱۳۹۵ھ—۱۹۷۵م۔ باب ماجاء فی اخذ الجزیۃ من المجوس۔ حدیث نمبر:۱۵۸۸۔ ج۳، ص۱۹۹۔

ابن ابی شیبۃ۔ المصنف۔ ما قالوا فی المجوس تکون علیہم جزیۃ۔ حدیث نمبر:۳۲۶۴۷۔ ج۶، ص۴۲۹۔

[39] ابوعبید۔ الاموال۔ باب اخذ الجزیۃ من عرب اہل الکتاب۔ ج۱، ص۸۲۔

[40] ابوعبید۔ الاموال۔ باب من اسلم من اہل الصلح کیف تکون ارضہ۔ ج۱، ص۲۶۱۔

[41] یحیٰ بن آدم۔ الخراج۔ باب واما الجزیۃ والخراج۔ ص۴۷۔

[42]عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد اسدی مشہور فقیہ اور ثقہ ہیں، کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی دنوں پیدا ہوئے اور صحیح قول کے مطابق سن ۹۴ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ (ابن حجر، عسقلانی، ابو الفضل، احمد بن علی(م:۸۵۲ ھ)۔ تقریب التہذیب۔ سوریا: دار الرشد، ط اول، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م۔ ج۱، ص۳۸۹)

[43]منذر بن ساوی بن اخنس بحرین کے حاکم تھے، عبد اللہ بن دارم کے اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے دارمی کہلائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کا تعلق قبیلہ عبد القیس سے تھا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والے وفد میں یہ بھی تھے مگر اکثر لوگوں نے اس کے وفد میں ہونے کی تردید کی ہے تاہم انہوں نے اپنے اسلام لانے سے متعلق وفد کے ساتھ تحریر بھیجی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے علاء بن حضرمی کے ساتھ فتح مکہ سے قبل اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ابو جعفر طبرانی کے بہ قول نبی کریم ﷺ کے وفات کے دنوں کے آس پاس ان کا بھی انتقال ہوا ہے۔ (ابن حجر، العسقلانی، ابو الفضل، احمد بن علی(م:۸۵۲ ھ)۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔ ط اول: ۱۴۱۵ھ۔ ج۶، ص۱۶۹)

[44]ابو عبید۔ الاموال۔ باب اخذ الجزیۃ من عرب اہل الکتاب۔ ج۱، ص۶۱۔
طبرانی، ابو القاسم، سلیمان بن احمد (م:۳۶۰ھ)۔ المعجم الکبیر۔ القاہرۃ: مکتبۃ ابن تیمیۃ۔ ط: دوم۔ باب۔ حدیث نمبر: ۱۰۲۹۱۔ ج۱۰، ص۱۵۲۔
قوام السنۃ، اسماعیل بن محمد، ابو القاسم (م:۵۳۵ھ) المبعث والمغازی۔ بیروت: دار ابن حزم۔ ط اول: ۱۴۳۱ھ—۲۰۱۰م۔ عمرۃ القضاء۔ ج۲، ص ۶۱۰۔

[45]بلاذری۔ فتوح البلدان۔ وفود اہل الیمن الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ج۱، ص۷۶۔

[46]ابو عبید۔ الاموال۔ باب اخذ الجزیۃ من عرب اہل الکتاب۔ ج۱، ص۶۹۔

[47]عبد الرزاق۔ المصنف۔ اخذ الجزیۃ من المجوس۔ حدیث نمبر: ۱۰۰۲۶۔ ج۶، ص۶۹۔

[48]ابو عبید۔ الاموال۔ باب اخذ الجزیۃ من عرب اہل الکتاب۔ ج۱، ص۲۰۸۔
امام سہیلی نے ابو عبید کے حوالے سے ان کی مذکورہ پوری روایت نقل کی ہے۔ (سہیلی۔ الروض الانف۔ نزول سورۃ الانفال۔ ج۵، ص۱۶۵)
احمد۔ المسند۔ مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ حدیث نمبر: ۳۶۳۲۔ ج۶، ص۱۳۸۔

[49]ابو عبید۔ الاموال۔ باب اخذ الجزیۃ من عرب اہل الکتاب۔ ج۱، ص۲۰۸۔
امام ابو عبید کے الفاظ مغازی کے اہل علم (اہل المعرفۃ بالمغازی) سے مراد یہاں امام واقدی ہیں کیونکہ انہوں نے ہی اس روایت کو تفصیل سے نقل کرتے ہوئے سہیل نام وہم پر مبنی ہونے اور اس کے بھائی سہل نام کے درست ہونے کی تصریح کی ہے۔ (واقدی۔ المغازی۔ بدر القتال۔ ص۲۰۷)۔ امام مقریزی نے بھی واقدی کا یہ قول ان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (مقریزی، احمد بن علی، تقی الدین، ابو العباس (م:۸۴۵ھ)۔ امتاع الاسماع بما للنبی من الاحوال والاموال والحفدۃ والمتاع۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔ ط اول: ۱۴۲۰ھ—۱۹۹۹م۔ فصل فی ذکر مشورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحرب۔ ج۹، ص۲۴۵)

[50]ترمذی۔ السنن۔ باب ومن سورۃ الانفال، حدیث نمبر: ۳۰۸۴۔ ج۵، ص۲۷۱۔

[51]ابن حجر۔ تقریب التہذیب۔ حرف العین۔ ص۶۵۶۔

[52] ہیثمی، ابو الحسن، نور الدین، علی بن ابی بکر (م: ۸۰۷ھ) مجمع الزوائد ومنبع الفرائد۔ بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۲ھ۔ باب ماجاء فی الاسریٰ، حدیث نمبر: ۱۰۰۱۰، ج ۶، ص ۴۳۴۔

[53] حاکم۔ المستدرک علی الصحیحین۔ حدیث نمبر: ۴۳۰۴۔ ج ۳، ص ۲۴۔

[54] ابو عبید۔ الاموال۔ باب السنۃ فیما تجب فیہ الصدقۃ۔ ج ۲، ص ۱۲۹۔

حاکم۔ المستدرک۔ کتاب الزکاۃ۔ حدیث نمبر: ۱۴۵۷۔ ج ۱، ص ۵۵۸۔

یحییٰ بن آدم۔ الخراج۔ باب من قال الصدقۃ فی الحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب خاصۃ۔ حدیث نمبر: ۵۰۹۔ ج ۱، ص ۱۴۴۔

ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (م: ۱۸۲ھ) الخراج۔ المکتبۃ الازہریۃ للتراث۔ فصل ما ینبغی ان یعمل بہ فی السواد۔ ص ۶۶۔

[55] ابو عبید۔ الاموال۔ باب السنۃ فیما تجب فیہ الصدقۃ۔ ج ۲، ص ۱۳۸۔

[56] ابو عبید۔ کتاب الاموال۔ باب ذکر اہل الصدقۃ الذین یطیب لھم اخذہا۔ ج ۲، ص ۲۲۵۔

ابو داود۔ السنن۔ باب من یعطی من الصدقۃ۔ حدیث نمبر: ۱۶۲۷۔ ج ۲، ص ۱۱۶۔

[57] ابو عبید۔ کتاب الاموال۔ باب ذکر اہل الصدقۃ الذین یطیب لھم اخذہا۔ ج ۲، ص ۲۲۷۔

[58] ابو عبید۔ کتاب الاموال۔ باب ذکر اہل الصدقۃ الذین یطیب لھم اخذہا۔ ج ۲، ص ۲۲۹۔

[59] عبد الرزاق۔ المصنف۔ باب کم الکنز ولمن الزکاۃ۔ حدیث نمبر: ۷۱۵۶۔ ج ۴، ص ۱۱۰۔

ابن سعد، ابو عبد اللہ، محمد (م ۲۳۰ھ) الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ط اول ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰م۔ ذکر استخلاف عمر رحمہ اللہ۔ ج ۳، ص ۲۴۶۔

[60] ابو عبید۔ کتاب الاموال۔ باب ذکر اہل الصدقۃ الذین یطیب لھم اخذہا۔ ج ۲، ص ۲۳۴۔

[61] مد کی تحقیق اور اس بارے میں اختلاف بیان کرنے کے بعد فاروق اصغر صارم مد بغدادی کا وزن بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علمائے احناف کے نزدیک ایک مد دو رطل کے برابر ہے۔ ایک رطل نوے مثقال کا ہوا تو دو رطل ۱۸۰ مثقال ہوئے۔ پھر ایک مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے تو اس طرح ۸۱۰ ماشے بن گئے اور یوں ۱۳ چھٹانک ۲ تولے اور ۶ ماشے ہوئے۔ اعشاری حساب سے ۷۸۷ اعشاریہ ۳۲۰ گرام ہوئے۔ مد حجازی عراقی رطل کے حساب سے ایک رطل اور تہائی رطل ہے تو اس حساب سے انگریزی برطانوی وزن مکمل ۹ چھٹانک ہوا۔ مد حجازی کا اعشاری وزن ۹ چھٹانک کے حساب سے ۵۲۴ اعشاریہ ۸۸۰ گرام بنتا ہے۔ (فاروق اصغر صارم۔ اسلامی اوزان۔ گوجرانوالہ: ادارہ احیاء التحقیق الاسلامی۔ ص ۳۴-۳۵)

[62] ابو عبید۔ الاموال۔ باب واما الزیتون۔ ج ۲، ص ۱۶۴۔

ابن ابی شیبۃ نے اس کا ایک شاہد ذکر کیا ہے۔ (المصنف۔ فی الزیتون فیہ الزکاۃ ام لا حدیث نمبر: ۱۰۰۴۸۔ ج ۲، ص ۳۷۳)

ابن زنجویہ۔ الاموال۔ من رای الصدقۃ تجب فی اکثر مما ذکرنا۔ ص ۱۰۳۴۔

[63] ابو عبید۔ الاموال۔ باب واما الزیتون۔ ج ۲، ص ۱۶۴۔

مالک۔ الموطا۔ باب زکاۃ الحبوب والزیتون۔ حدیث نمبر: ۳۵۔ ج ۱، ص ۲۷۲۔

بیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین (م:۴۵۸ھ)۔ السنن الکبریٰ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ط ثالث:۱۴۲۴ھ–۲۰۰۳م۔ باب ماورد فی الزیتون۔ حدیث نمبر:۷۴۵۶۔ ج۴، ص۲۱۱۔

[64] ابو عبید۔ الاموال۔ باب دفع الصدقۃ الی الامراء واختلاف العلماء فی ذلک۔ ج۲، ص۲۵۲۔

ابن زنجویہ۔ الاموال۔ باب ماجاء فی دفع الزکاۃ الی الخوارج۔ ص۱۲۱۶۔

[65] بخاری۔ الجامع المسند۔ باب قول اللہ تعالیٰ: "یا ایہا الناس انا خلقناکم.... " حدیث نمبر:۳۴۹۵۔ ج۴، ص۱۷۸۔

[66] ابو عبید۔ کتاب الاموال۔ باب دفع الصدقۃ الی الامراء واختلاف العلماء فی ذلک۔ ج۲، ص۲۵۳۔